وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ (سبا ۱۲) کے معنی (۷) اسی طرح اس کے بیٹے

سلیمانؑ کو بھی ہم نے بڑی خوبیوں اور فضیلتوں کا مالک بنا دیا تھا اسکی کشتیاں (بحری بیڑا) سمندروں میں چلتی تھیں اس سلسلہ میں اسے ہواؤں کے رُخ کا ایسا علم تھا کہ اس کی کشتیاں ایک دن بلکہ دن کے اوّلین حصہ میں اتنا سفر کر لیتیں جتنا سفر دوسری کشتیاں مہینہ بھر میں طے کرتیں اور اتنا ہی سفر دن کے دوسرے حصے میں (مفہوم القرآن ص ۹۰۸)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اسکی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی۔"

اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ پر جو نعمتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ نعمت بھی تھی کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا مہینہ بھر کی راہ صبح ہی صبح طے ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو طے ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا۔ اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا اسی طرح شام کو وہاں سے تخت ہوا کے دوش پر اڑا۔ اور شام ہی کابل پہنچ گیا۔

لیکن پرویز کو قرآن کی بیان کردہ اس بیّن حقیقت سے انکار ہے اور مذکورہ آیت میں تمسخر انگیز تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سے بحری کشتیاں مراد ہیں جب کہ بحری کشتیاں سب لوگوں کے لئے یکساں طور پر مسخر ہیں۔ اور اس صورت میں حضرت سلیمانؑ کے لئے خصوصی انعام کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ بہرحال پرویز کو قرآن کے انکار سے غرض ہے اور اس کے لئے وہ بیہودہ، رکیک اور مضحکہ خیز تاویلات کا سہارا لے رہا ہے۔ (مسلسل)

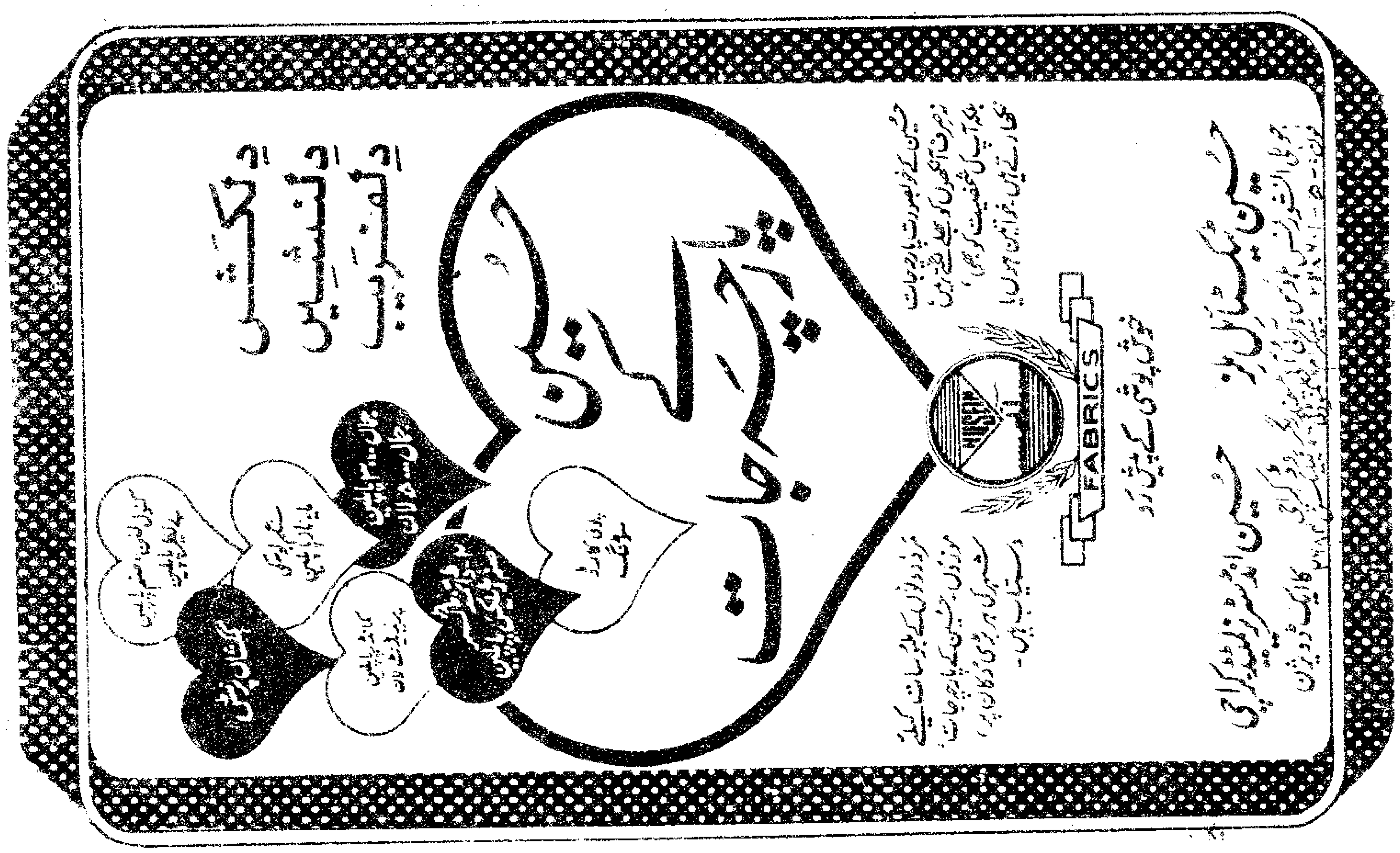

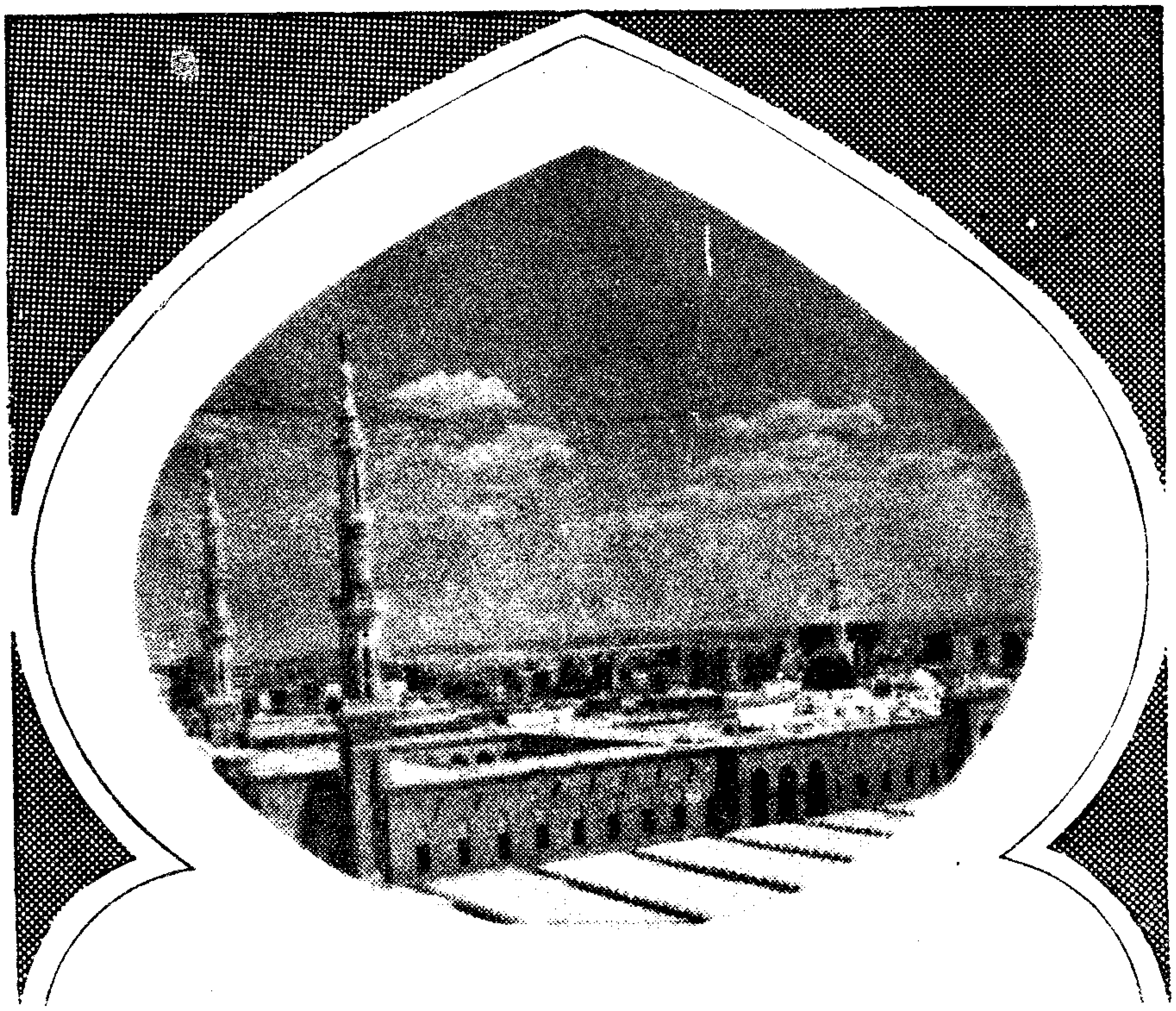


اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو

کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو

ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو

PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

TELEGRAMS: PAKTOBAC AKORA KHATTAK

TELEPHONES NOWSHERA 438 & [illegible]

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED

AKORA KHATTAK FACTORY P. O. NOWSHERA
(N. W. F. P.—PAKISTAN)

مولانا نور الحسن راشد کاندھلہ (انڈیا)

علومِ اشرف علی تھانویؒ کے پہلے جامع اور مرتب

# مولانا قاری ناظر حسن تھانویؒ

جناب کو یاد ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقع پر کتب خانہ دارالعلوم کی زیریں عمارت میں راقم سطور نے مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی کے بعض مخطوطات و نوادر کی ایک چھوٹی سی نمائش لگائی تھی۔ اور جناب نے وہاں تشریف لاکر عزت افزائی فرمائی تھی۔

اس نمائش میں حضرت تھانوی کی ایک غیر مطبوعہ تفسیر، تفسیر اشرفی بھی شامل تھی۔ اس تفسیر کے جامع و مرتب مولانا ناظر حسن تھانوی نے حضرت تھانوی کے علوم و افادات قلم بند کرنے میں اولیت حاصل کی۔ اور اس سلسلہ میں وسیع خدمات انجام دیں۔ مگر ان کی خدمات و سوانح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ راقم سطور نے مولانا کے احوال و خدمات پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جو زیر نظر سطور کے ہمراہ ارسال خدمت ہے پر امید ہوں کہ یہ مضمون الحق میں شائع ہوگا (راشد)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز حزب ولی اللہی کے ان نامور اور برگزیدہ اصحاب میں شامل ہیں جن کے احوال و سوانح نامور اہل قلم کا موضوع سخن رہے ہیں۔ اور ان کی سیرت و سوانح پر کثرت سے اعلیٰ ترین تصنیفات دستیاب ہیں۔ اور ان کے خلفاء و متوسلین کے حالات بھی کمیاب نہیں۔ مگر حضرت کے متعلق تحریرات و تالیفات کی کثرت کے باوجود کسی بھی کتاب میں حضرت کے قریب و عزیز ترین متوسلین مولانا احمد علی فتح پوری ؒ مؤلف بہشتی زیور،

ؒ مولانا احمد علی فتحپور ضلع بارہ بنکی (یوپی انڈیا) کے رہنے والے ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ میں ولادت ہوئی۔ حضرت

کے زمانۂ مدرسی کان پور کے شاگرد تھے۔ ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ کو مولانا کی دستار بندی ہوئی۔ تعلیم کے بعد بھی غالباً حضرت کی خدمت میں قیام رہا۔ اور حضرت کے سب سے پہلے مجاز بیعت ہوئے۔ جب حضرت تھانوی مستقل قیام کے ارادے سے کان پور سے تھانہ بھون تشریف لائے تو مولانا احمد علی حضرت کے رفیق تھے۔ حضرت مکان پر رہتے تھے۔ اور مولانا مسجد میں تنہا قیام پذیر تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے ایک موقع پر فرمایا۔

"جب میں یہاں آیا ہوں تو ایک ملّاجی حجرہ میں رہتے تھے۔ پھر وہ بھی چلے گئے۔ اس وقت یہاں مولوی احمد علی صاحب مرحوم کاتب بہشتی زیور اکیلے رہتے تھے میں اپنے مکان پر رہتا تھا ظہر کے بعد حضرت حاجی صاحب کے حکم کی بنا پر سہ دری میں ایک چٹائی پر بیٹھ جاتا تھا۔"

(جدید ملفوظات مع رسائل ثلاثہ صہ ۱۹۶ (تھانہ بھون ۱۹۶۹ء)

اسی زمانہ میں بہشتی زیور کی تالیف شروع ہوئی۔ جو بیان تجوید تک مولانا کے قلم کی یادگار ہے (تنبیہات وصیت، صہ ۹ (میرٹھ ۱۳۳۰ھ) بہشتی زیور کی تصنیف کے دوران مولانا گورکھپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا کا ارادہ یہ تھا کہ فتح پور سے ترک وطن کریں گے۔ اور قنوج میں ذاتی مکان بنائیں گے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاوی صہ ۳۴۸ جلد اول (کراچی ۱۳۷۱ھ)۔ مگر ابھی اس کا فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا کہ مولانا کی اہلیہ کو طاعون ہوا۔ ان کو علاج کے لئے قنوج لائے۔ وہاں خود بھی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ - ۹ مارچ ۱۹۰۴ء کو اچانک وفات پا گئے۔ وفات کی کیفیت عجیب تھی۔ حضرت فرماتے ہیں :-

میرے ایک دوست تھے مولوی احمد علی، وہ گورکھپور میں مدرس تھے، ان کی بیوی کو وہاں طاعون ہو گیا، یہ اس کے علاج کے لئے قنوج اس کے میکے میں لائے۔ وہ اچھی ہو گئی اور انہیں خود طاعون ہو گیا۔ ایک روز اسی حالت میں لیٹے ہوئے تھے، اچانک اٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور کسی کو سرہانے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر یہ کہا کہ چلنے کے واسطے حاضر ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ بارہ بجے کا وعدہ ہے۔ اس وقت چلوں گا۔ لوگوں نے سمجھا کہ دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے ویسے ہی بڑبڑا رہے ہیں۔ مگر جو کہہ رہے تھے اس کے موافق ٹھیک بارہ بجے روح نکلی۔

تسہیل المواعظ حصہ دوم۔ وعظ موسوم "بہ دوسروں سے عبرت پکڑنا"۔

ماہ نامہ الہادی صہ ۲۰ (شعبان ۱۳۴۹ھ)

مولانا کے مؤلفہ بہشتی زیور کے آخری الفاظ۔ اور مولانا کی تاریخ وفات کے لئے مراجعت فرمائیے۔ بہشتی زیور طبع اول (شائع کردہ مولانا محمد یحیی کاندھلوی بزمانہ قیام گنگوہ) اور مختصر تعارف کے لئے ملاحظہ ہو اشرف السوانح۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب صہ ۴۰ جلد اول (لکھنؤ ۱۳۵۴ھ) نزہتہ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی صہ ۲۶ ج ۸ (حیدر آباد ۱۳۹۰ھ)

مولانا حبیب احمد کیرانوی[1] ۔ اور مولانا قاری ناظر حسن تھانوی کا کوئی تذکرہ نہیں ۔حالاں کہ یہ تینوں صاحبان حضرت کے نہایت مخلص و معتمد علیہ اصحاب میں تھے ۔ اور تینوں صاحبان نے اپنے اوقات کا بڑا حصہ حضرت کی خدمت اور حضرت کے علوم و معارف کی ترتیب و تدوین میں گذارا ۔خصوصاً مولانا ناظر حسن تو اس کے مستحق ہیں کہ حضرت تھانوی کے علوم و معارف پر ان کی خدمات کا وسیع تعارف کرایا جائے ۔ اور ان کی سوانح و خدمات پر مفصل مقالے لکھے جائیں ۔کیونکہ مولانا وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت تھانوی کے علوم و معارف کی قدر پہچانی ۔ان کی افادیت و معنویت کا احساس کیا اور ان کی جمع و ترتیب پر آمادہ ہوئے ۔

مولانا مناظر حسن کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی پر تالیف و تحقیق ، اور حضرت کے افادات و ارشادات کے کتابت و تدوین کی ابتدا مولانا کے ذریعہ ہوئی ۔علوم قرآنی پر حضرت کے مطالعہ و تحقیق کی جامع اور مفصل ترین یادگار تفسیر مولانا کے قلم سے مرتب ہوئی ۔حضرت کے زمانہ درس و تدریس کی تقریریں سب سے پہلے مولانا کے ذریعے محفوظ ہوئیں ۔حضرت کے ملفوظات سب سے پہلے مولانا نے جمع کئے ۔حضرت کے مکتوبات کا اولین مجموعہ مولانا کے ذریعہ فراہم ہوا ۔حضرت کے مواعظ سب سے پہلے مولانا نے قلم بند کئے ۔ اور حضرت کے احوال و سوانح پر سب سے پہلے مفصل تحریر بھی مولانا ہی کی یادگار ہے ۔مگر حضرت سے مولانا کی قربت ، خدمت ، اخلاص اور حضرت کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کی بے مثال خدمات کے باوصف حضرت کے متوسلین اور سوانح نگاروں نے مولانا کے تذکرہ سے صرف نظر کیا ۔ اور اپنی اپنی تالیفات میں مولانا کا ذکر کرنے سے احتیاط برتی ہے ۔حالاں کہ مولانا کی تحریری خدمات حضرت کے علم میں ، اہل خانقاہ کی نظر میں اور مجلس نیر کے دفتر میں

---

[1] مولانا حبیب احمد خلف حافظ عبدالحکیم بن عبدالصمد ، کیرانہ کے ایک قدیم ، ذی حیثیت خاندان کے چشم و چراغ تھے ۔ تقریباً ۱۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی ۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں ابتدائی کتابیں پڑھیں ۔مولانا عبدالحق خیرآبادی سے استفادہ کیا ۔خیرآباد ، دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں معقولات ، حدیث و تفسیر اور فقہ اخذ کیا ۔تعلیم کے بعد دو سال وطن میں گذارے ۔ مرکان پور ، امروہہ اور میندھو میں مدرس رہے ۔آخر میں تھانہ بھون آ گئے تھے ۔یہاں حضرت کی تالیفات پر نظر ثانی کی ۔ اور سیاسی مسائل میں حضرت کے ترجمان رہے ۔مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات یادگار ہیں ۔جس میں تفسیر حل القرآن ، اعلاء السنن کا مقدمہ ، فقہیہ اور اعلاء السنن کے ابواب معاملات من البیوع کی ترتیب و تدوین اہم ترین علمی کارنامہ ہے ۔تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ۔قواعد فی علوم الفقہ اور اعلاء السنن جز ۴ ، تا ص ۵۱۵ (ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی بلا سنہ) تقریباً تہتر سال کی عمر میں ۶ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ / ۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو کیرانہ میں وفات پائی ۔ مولانا کے بعض اہم مسودات اور ان سے مراسلت اور نجی تحریرات کا کچھ حصہ ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے ۔

موجود رہیں۔ مولانا کی بعض خدمات کی حضرت نے بے حد پذیرائی فرمائی، پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور مولانا کی لکھی ہوئی بعض چیزوں پہ حضرت نے خود حواشی لکھے۔ اور حاضر باش اہلِ خدمت سے تحریر کرائے۔ ظاہر ہے کہ خانقاہ امدادیہ کے اہلِ علم متوسلین مولانا ناظر حسن کی مؤلفات و تحریرات میں حضرت کی دلچسپی سے ناواقف نہ ہوں گے۔ مگر کسی نے بھی مولانا، اور ان کی خدمات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مولانا ناظر حسن کو قطعاً نظر انداز کئے جانے کی دانستہ کوششیں نہایت حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم ہیں۔

مولانا ناظر حسن تھانہ بھون کے اس نامور و برگزیدہ خاندان کے فرد ہیں جو شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں تھانہ بھون میں آباد ہوا تھا۔ اس خاندان نے ہر زمانہ میں امت مسلمہ کو رجال علم و صلاح عطا کئے۔ تھانہ بھون کے شہرۂ آفاق نامور علماء و مشائخ حضرت قاضی محمد علی تھانوی مولف کشاف اصطلاحات الفنون، حضرت حافظ محمد ضامن شہید، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حکیم الامت مولانا تھانوی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

اس خاندان کے مختلف سلسلوں میں ایک معزز شاخ عہدِ جہانگیر اور شاہجہاں کے بلند حوصلہ امیر نواب محمد یار خان عرف نواب شکار خان کی اولاد ہے۔ اسی خانوادہ کے ایک پاکیزہ خو، صاحب کردار رکن منشی محمد حنیف تھے۔ ان کی تعلیم تو کچھ زیادہ نہیں تھی مگر محنت کے خوگر اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ پوری زندگی نیک نامی کے ساتھ گزاری۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اور مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آخر عمر میں کچھ عزیزوں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ بے حد مصائب برداشت کئے۔ مگر صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی حال میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ مولائے حقیقی سے جا ملے۔ منشی محمد حنیف کی واحد جسمانی یادگار مولانا ناظر حسن تھے۔ جو والد کی پاکیزہ سیرت کے وارث عالم اور قاری ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کی ۱۸۷۷ء / ۱۲۹۴ھ میں گنگوہ اپنی ننھیال میں ولادت ہوئی۔ مولانا کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ والدہ وفات پا گئیں۔ والد کی خالہ نے پرورش کی۔ پانچ سال کی عمر میں حافظ عبدالحئی تھانوی کے ذریعہ تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ صحت خراب اور حافظہ کمزور تھا۔ اس لئے بہت وقت صرف ہوا۔ ۱۲ سال کی عمر میں قرآن شریف پورا ہوا۔ مولانا ناظر حسن کا قول ہے۔

"احقر کا ذہن و حافظہ خراب تھا یہ حافظ صاحب ہی کی برکت ہے کہ احقر کی عمر ۱۲ سال کی تھی جو کلام اللہ شریف حفظ کر کے اور اس کی گردان وغیرہ سے فارغ ہوا"[۵]

---

[۵] یہ حالات مولانا ناظر حسن کی تاریخ تھانہ بھون سے اخذ کئے ہیں ص ۳۹۹ تا ۴۰۴ [۶] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون از مولانا ناظر حسن ص ۴۰۵

اس وقت کے نصاب تعلیم اور شرفا کے دستور کے مطابق قرآن شریف پڑھنے کے بعد فارسی شروع ہوئی
بتدائی کتابیں منشی واجد علی تھانوی[1] سے پڑھیں۔ اسی دوران مولانا کے والد جو ملازمت کے سلسلے میں مراد آباد مقیم
تھے مولانا کو اپنے ساتھ مراد آباد لے گئے۔ مراد آباد میں ایک انگریزی اسکول میں داخل ہوتے۔ اسکول میں آتے
ئے ہفتہ دس دن گزرے تھے کہ مولانا کو ایک خواب نظر آیا۔ جس کی وجہ سے اسکول کی تعلیم سے طبیعت بیزار
ہو گئی۔ مولانا نے اسکول میں پڑھنے سے صاف انکار کر دیا۔ تو منشی محمد حنیف نے بیٹے کو مولانا قاسم علی خلف مولانا
ائم علی مراد آبادی کے حوالہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ مولانا سے طب اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھو۔ مولانا قاسم علی کے
ائی مولوی دائم علی سے تجوید کی تعلیم اور قرآن شریف سننے کا وقت مقرر ہوا۔ تین مہینے تک یہ سلسلہ قائم رہا۔
ولانا دائم علی سے زینت القاری وغیرہ پڑھیں۔ مگر مولانا قاسم علی کی مصروفیات کے سبب ان کے یہاں بہت کم سبق
ئے تھے۔ اس لئے یہ رابطہ بھی ختم ہوا۔ اور مولانا ناظر حسن کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل کر دیا گیا۔ تقریباً ایک
ال تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھتے رہے۔ پھر وطن واپس آ گئے۔ تھانہ بھون میں مولوی فتح محمد جلال آباد
علیم و تعلم میں بے مثال تھے۔ مگر مولانا فتح محمد[2] نے اسی زمانہ میں ایک ملازمت قبول فرما لی تھی۔ اور طویل قیام کے
دہ سے گنگوہ جا رہے تھے۔ مولانا ناظر حسن بھی مولانا کے ساتھ گنگوہ گئے۔ اور مولانا سے استفادہ شروع
یا۔ حضرت مولانا نے اپنے تمام طلبہ پر شفقت کی نگاہ رکھتے تھے۔ اور بہت مہربان تھے۔ مگر فرط محبت میں
یا ہتے تھے کہ طلبہ جلد سے جلد کتابیں مکمل کریں۔ اس لئے خود بھی محنت کرتے تھے۔ اور اپنے طلبہ سے بھی
ب کام لیتے تھے۔ دوپہر میں اور ہفتہ واری چھٹی کا بھی معمول نہیں تھا۔ اور رات میں عشا کے بعد بھی تعلیم
تی تھی۔

مولانا ناظر حسن صحت کی خرابی اور کمزوری کی بنا پر اس محنت کا تحمل نہ کر سکے۔ والد کو لکھا۔ والد ماجد نے
ضرت تھانوی سے رجوع کیا جو اس وقت کانپور میں قیام فرما تھے۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو کانپور آنے
اجازت دے دی مگر یہ بھی تحریر فرمایا۔

---

[1] حکیم منشی واجد علی تھانوی خلف حکیم نجابت علی خلف حافظ رحم علی تھانوی، بہت باصلاحیت بزرگ تھے۔ فارسی
صاحب کمال، عمدہ نثر نویس اور فارسی اردو کے خوش کلام شاعر تھے۔ مولانا غوث علی قلندر پانی پتی سے بیعت
ئے۔ اور ریاضت و اوراد میں مشغول زندگی بسر کی۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۳۱۶ھ میں وفات
ئی۔ مستفاد از تاریخ تھانہ بھون مولانا ناظر حسن و مکتوب جناب مصطفٰی علی علوی حیدر آباد در رسالہ حضرت علوی حالات و
نہ کلام۔ از جناب مصطفٰی علی علوی ص ۳۰ (حیدر آباد دکن ۱۳۸۷ھ) [2] مولانا فتح محمد جلال آبادی تھانوی (باقی اگلے صفحہ پر)

"بشرطیکہ تم مولانا کو ناراض کر کے نہ آؤ، کیونکہ وہ میرے بھی استاد ہیں۔ ان کو ناراض کرنا میں نہیں چاہتا"۔ [۱]

مولانا فتح محمد سے اجازت ملنے کے بعد منشی محمد حنیف اپنے بیٹے کو لے کر کانپور پہنچے اور نووارد شاگرد کو استاد کی خدمت میں پیش کیا اور زبانِ حال سے کہا ہو گا ع

فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

مولانا ناظر حسن اس وقت سے حضرت تھانوی کے ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون واپس ہونے تک حضرت کی خدمت میں رہے۔ شروع سے آخر تک اکثر درسی کتابیں جامع العلوم میں پڑھیں اور متعدد خود حضرت کے "الف" درس میں حاصل کیں۔ حضرت کی تھانہ بھون واپسی کے بعد حضرت کے حسب مشورہ الٰہ آباد کا سفر ہوا۔ مدرسہ احیاء العلوم میں داخلہ لیا۔ اور مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ قاری صاحب [۲]

**بقیہ** رائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالرزاق جھنجھانوی، نواب قطب الدین، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جیسے نامور علماء سے تعلیم حاصل کی۔ مولف سلیم التواریخ نے مولانا کو حضرت شاہ محمد اسحاق کا شاگرد لکھا ہے (ص ۲۰۰، مولفہ اکبر علی صوفی۔ جالندھر ۱۳۴۷ھ) مگر یہ اطلاع صحیح نہیں۔ مولانا دارالعلوم دیوبند کے اولین طلبہ میں ہیں۔ سب سے پہلے جن تین طلبہ کی دستار بندی ہوئی اس میں مولانا فتح محمد بھی شامل ہیں۔ ریاست کنجپورہ اور گنگوہ وغیرہ میں ملازم رہے۔ آخر میں وطن آ گئے تھے۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں تقریباً ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی شرح حزب البحر کا اردو ترجمہ مولانا کی قلمی یادگار ہے۔

مولانا فتح محمد اولاً نواب قطب الدین سے بیعت ہوئے۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ سے رجوع کیا۔ اور حضرت کے ممتاز خلفا میں شمار کئے گئے۔

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ تھانہ بھون۔ مولانا ناظر حسن تھانوی ص ۱۸۷، نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی حسنی ص ۳۵۳ ج ۸ (حیدر آباد ۱۳۹۰ھ) اشرف السوانح ص ۷۶ تا ۷۹ ج ۱ (دہلی ۱۳۵۴ھ)

مولانا فتح محمد، مولانا امیر باز خان سہارنپوری۔ مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ مولانا حکیم محمد عمر جر تھاوی۔ اور مولانا کے معاصر بعض اہل تھانہ بھون کی مراسلت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

[۱] تاریخ تھانہ بھون ص ۲۰۷۔

[۲] قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ہندوستان نژاد باشندے محمد بشیر کے صاحبزادے اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نامور مجود قاری محمد عبداللہؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی، قرات عشرہ کے فاضل تھے۔ معروف کتب درسیہ ہندوستان آ کر مولانا احمد حسن کانپوری سے اخذ کیں۔ احیاء العلوم الٰہ آباد میں مدرس مقرر ہوئے اور تمام

فن تجوید اخذ کیا۔ شاطبیہ وغیرہ تجوید کی کتابیں پڑھیں اور قرأت کی مشق کی۔ اکتوبر یا دسمبر ۱۸۹۹ء[1] میں وطن آئے ہوئے تھے۔ کہ والد نے خاندانی جائیداد اور زمینداری کی نگہداشت مولانا کے سپرد کی۔ اس کے بعد الہ آباد جانے کا موقع نہیں ملا۔ وطن میں مقیم رہے۔ ۱۹۰۴ء میں مظفر نگر جا کر ایک ہم وطن کے ساتھ تجارت میں شریک ہوئے۔ کس قسم کی تجارت تھی اور اس سے کس قدر بازیافت ہوتی تھی کچھ معلوم نہیں۔ مولانا اس معاملہ کو ختم کر کے ۱۹۰۸ء میں واپس وطن آ گئے تھے۔ پھر کہیں باہر نہیں گئے۔ وطن میں قیام رہا اور تھانہ بھون میں موجود خاندانی جائداد کی حفاظت و نگہداشت سے جو کچھ تھوڑی بہت آمدنی ہوتی تھی اسی پر گذر اوقات تھی۔ بعد میں حضرت تھانوی کی طرف سے ماہانہ وظیفہ مقرر ہو گیا تھا۔ جو دو سال تک جاری رہا۔ مگر یہ وظیفہ بھی ضروریات کے لئے کافی نہیں تھا۔ اس لئے آخری ایام سخت پریشانی میں گزرے۔ عدالتی تنازعات، باہمی خاندانی اختلافات اور نامساعد مالی حالات کے باوجود مولانا ناظر حسن بہت صبر و شکر سے اور نہایت مصروف زندگی گذاری۔ اور اسی حال میں ہی وفات پائی۔

مولانا ناظر حسن کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تقریباً ۱۳۰۹ھ میں حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہمیشہ کے لئے اسی زلف کے اسیر ہو گئے۔ اس وقت سے وفات تک حضرت سے عقیدت و محبت کا رشتہ اور مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ استوار رہا۔ مولانا اپنے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں حضرت سے مشورہ کرتے اور ہر ضرورت میں رجوع کرتے تھے۔ حضرت نے بھی ہمیشہ مولانا کی سرپرستی و رہنمائی فرمائی۔ اور الطاف بزرگانہ سے نوازا۔ حضرت سے مولانا کی تمام مراسلت تو دستیاب نہیں تاہم مولانا کا ایک خط اور اس کے جواب میں حضرت کا گرامی نامہ محفوظ ہے۔ مولانا کا یہ خط سات صفحات پر مشتمل ہے اس میں بھی

---

**بقیہ** زندگی تجوید و قرأت کی خدمت میں بسر کی۔ آخر حیات میں لکھنؤ آ گئے تھے۔ ۶ جمادی الاولی سنہ ۱۳۴۱ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن کی مشہور تالیف ہے۔ قاری صاحب کے حالات پر کوئی مستند مآخذ سامنے نہیں۔ مذکورہ سنہ وفات فیضانِ رحمت جناب امداد صابری ص ۱۰۱ (دہلی ۱۴۰۳ھ) سے ماخوذ ہے۔ مگر میرا خیال کہ بے شمار غلطیوں کی وجہ سے اس کتاب پر اعتماد درست نہیں۔

"قاری صاحب کی نسبت حضرت تھانوی نے ایک مجلس میں فرمایا:

"قاری عبدالرحمٰن صاحب منکسر اور متواضع بہت تھے۔ گوہر علی شاہ کے مرید تھے۔ مگر ہم لوگوں سے بہت عقیدت تھی۔"

مجموعہ ملفوظات کلمۃ الحق۔ مرتبہ مولانا عبدالحق فتحپوری ص ۱۵۶ ملفوظ ۱۰۳۱ (مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔

[1] تاریخ تھانہ بھون ص ۴۰۸ میں دسمبر اور ضمیمہ تاریخ تھانہ بھون ص ۳۶۶ میں اکتوبر تحریر ہے۔

پریشانیوں کا تذکرہ ہے۔ اور کسی صاحب ثروت اہل تعلق سے سفارش کی درخواست ہے۔ مولانا نے یہ خط ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کو بالمشافہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے حسب معمول اسی دن جواب سے نوازا۔ مولانا کے خط کے مندرجات کی تفصیل غیر ضروری ہے، حضرت کا جواب ملاحظہ ہو:۔

"عزیزم سلمہ۔ السلام علیکم۔ میں نے سب پڑھا، بہت دل دکھا، دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرماوے۔ اول تو مجھ کو سفارش سے طبعاً شرم آتی ہے اور بالخصوص کسی خاص ذاتی کام کے لئے، رفاہ عام یا دین کے لئے تو چنداں انقباض نہیں ہوتا۔

سابق میں مسجد بسر لئے کے متعلق تصدیق لکھ دی تھی۔ اور اگر خاص ذاتیات کے لئے اس کو گوارا کرتا، تو خاص اپنی خصوصی قرابت کے ایسے لوگ متعدد موجود ہیں کہ وہ بارہا درخواست کر چکے ہیں مگر میری ہمت نہ ہوئی۔ اب وہ کیا کہیں گے۔ اور ہمیشہ کے لئے مجھ کو دق کریں گے اس لئے امید ہے کہ صرف دعا پر اکتفا کریں گے۔"

اشرف علی [1]

مولانا کے نام حضرت کے ایک خط کا اقتباس اور پڑھتے چلیے۔ یہ خط مولانا حضرت کا دوسرا اور آخری دستیاب مکتوب ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمہارا اچھا خواب ہے۔ میری سمجھ میں تو اس کی تعبیر یہ آتی ہے کہ مراد اژدھا سے نفس ہے اور کھانا فنا کرنا ہے۔ سو انشاء اللہ تعالیٰ فناء نفس کا مقام میسر ہوگا" [2]

مذکورہ اقتباس مولانا کو فنائے نفس کی بشارت دے رہا ہے۔ جو راہ سلوک و تصوف کی دشوار گزار منزل اور عارفین کے لئے منتہائے کمال ہے۔

مولانا ناظر حسن حضرت سے بیعت و استرشاد کا تعلق رکھتے تھے۔ اور ان میں جذب و شوق الی اللہ اور صفائی قلب کے آثار نمایاں تھے۔ مگر اجازت و خلافت سے مشرف نہ ہوئے تھے کہ وفات پاگئے۔ اگرچہ مولانا کو اجازت و خلافت حاصل نہیں تھی۔ مگر حضرت نے اپنا وہ بابرکت عمامہ جو حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] مولانا کا خط اور حضرت کا گرامی نامہ دونوں ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

[2] مکتوب اشرف کا ایک مفصل اقتباس افاضات اشرفیہ مرتبہ مولانا ناظر حسن کے آخر میں ملحق ہے اس خط میں مذکورہ بالا تعبیر خواب کے علاوہ نماز میں ایک صحابی کے تیر لگنے اور ان کے نماز نہ توڑنے کے واقعہ کی توجیہ فرمائی گئی ہے۔

نے عطا اجازت و خلافت کے موقع پر حضرت کو عنایت فرمایا تھا۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو عطا فرما کر ان کی عزت افزائی کی[1] اور مولانا ناظر حسن کے قلب میں حضرت کا جو احترام، حضرت کے علوم کی افادیت و نافعیت کا جو یقین، اور ان کی ترتیب و تدوین کا جو بے کراں جذبہ تھا اس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ حضرت کے علوم و معارف پر مولانا کے لکھے ہوئے دفاتر کی سطر سطر اس کی گواہ ہے۔

مولانا ناظر حسن علمی و تعلیمی لحاظ سے کس پائے کے شخص تھے اور الہ آباد سے واپسی کے بعد تعلیمی تدریسی کیا مشاغل رہے کچھ معلوم نہیں۔ مگر مولانا نے کانپور کے زمانہ قیام میں حضرت تھانوی کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا وہ مولانا کے شرف و امتیاز کے لئے کافی ہے۔ کسی اور تعارف و فضیلت کی چنداں ضرورت نہیں۔

مولانا ناظر حسن نے کانپور کے زمانہ قیام میں ۱۳۱۳ھ حضرت تھانوی کے افادات و ارشادات کی کتابت و تدوین کا کام شروع کیا۔ اور الہ آباد میں قیام کے زمانہ تک اس میں مصروف رہے۔ مولانا کی الہ آباد سے واپسی کے ساتھ یہ سلسلہ ختم ہوا۔ ۱۳۱۷ھ میں وطن آئے۔ اور معاشی مصروفیات میں الجھ گئے۔ پھر اس موضوع پر کام کا موقع نہیں ملا۔ مولانا کے یہ آٹھ نو سال ایسے مصروف گزرے جس میں ہماری معلومات کے مطابق کوئی تحریری تصنیف کا کام نہیں ہوا۔ مگر ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ میں مظفر نگر سے تھانہ بھون واپسی کے بعد علمی مشاغل پھر تازہ ہوئے اور تحریر و تصنیف کے ایک نئے سلسلہ کی ابتدا ہوئی۔ مگر اس مرتبہ دلچسپی کچھ اور طرح کی تھی۔ موضوع بھی مختلف تھا۔ اور تحریر و مطالعہ کا انداز بھی جداگانہ رہا۔

اس مرتبہ مولانا نے تاریخ تھانہ بھون کے احوال اور نسب ناموں کو تحقیق و مطالعہ کا موضوع قرار دیا اور اس کے لئے مواد کی فراہمی میں لگ گئے۔ کئی سال کی محنت و جستجو کے بعد اس موضوع پر دو کتابیں تاریخ تھانہ بھون اور انساب اہل تھانہ بھون تالیف کیں اور یہ دونوں کتابیں مولانا کی آخری تصنیفات تھیں۔ ابھی تاریخ تھانہ بھون مکمل نہ ہوئی تھی کہ مولانا انتقال فرما گئے[2]۔

مولانا نے افادات حکیم الامت تھانوی کا جو ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ افسوس وہ بتمام و کمال محفوظ نہیں رہ سکا۔ کچھ حصے یا مجلدات تو مولانا کی زندگی میں ضائع ہو گئے تھے جو باقی رہے اس میں سے بعض جلدیں تقسیم ملک کے

---

[1] تاریخ تھانہ بھون صد ۲۳۳ [2] مولانا کے حالات پر مولانا کی تحریرات اور تاریخ تھانہ بھون میں مولانا کے خود نوشت تذکرہ سے ماخوذ ہیں۔ مگر مولانا نے تاریخ تھانہ بھون میں مذکور خود نوشت حالات میں اپنی تصنیفات اور تحریری خدمات کا اشارۃً بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ معلوم نہیں کیا مصلحت تھی؟

بعد مشرقی پاکستان منتقل ہوئیں اور نامساعد حالات میں فروخت کردی گئیں۔ کچھ کتابیں موجود رہیں جو اس وقت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ یہ دستی سرمایہ فل سکیپ سائز کے تین ہزار صفحات اور سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

آئندہ سطور میں اولاً معارف تھانوی پر مولانا ناظر حسن کی تحریرات کا تعارف نذر قارئین ہوگا۔ پھر تاریخ بھون الناظر الحسن اور انساب اہل تھانہ بھون پر روشنی ڈالی جائے گی۔ آخر میں حضرت تھانوی کی ایک نادر و نایاب تالیف کا سوال ملاحظہ کیجئے جس کا واحد دستیاب نسخہ مولانا کے قلم سے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

مفصل تعارف سے پہلے ایک بار سرسری نام شمار کر لیجئے۔

(۱) تفسیر اشرف، یا تاویل التنزیل۔ تقریر درس قرآن، مسجد ٹھنڈی سڑک، کانپور۔

(۲) تحقیقات اشرفیہ یا انوار الناظرین۔ تقریر تفسیر جلالین، جامع العلوم کانپور۔

(۳) کنز اللطائف یا المسلک الذکی علی الجامع الترمذی۔ تقریر درس سنن ترمذی۔

(۴) فوائد موطا امام مالک، تقریر و افادات درس موطا امام مالک، جامع العلوم کانپور۔

(۵) مواعظ حسنہ حضرت کے تین مواعظ کا مجموعہ، جو حضرت کے اولین قلم بند مواعظ ہیں۔

(۶) افاضات اشرفیہ جس میں حضرت کے بعض اہم علمی افادات جمع کئے گئے ہیں۔

(۷) بصر الناظر۔ حضرت تھانوی کے ملفوظات کا اولین مجموعہ۔

(۸) ناظر الباصر۔ حضرت تھانوی کے مکتوبات کا سب سے پہلا مجموعہ۔

(۹) کمالات اشرفیہ؟

(۱۰) الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون۔ مضمون نام سے ظاہر ہے۔

(۱۱) مختصر حالات زندگی حافظ منشی عبدالرزاق، یا ضمیمہ الناظر الحسن۔

(۱۲) انساب اہل تھانہ بھون۔

آئندہ صفحات میں اسی ترتیب سے مفصل تعارف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ تفسیر اشرف۔ حضرت تھانوی کی خدمت میں مولانا ناظر حسن کے علمی سفر کی طویل و عزیز اور نہایت پُر مشقت و گراں مایہ یادگار، اور حضرت کے درس قرآن کی تقریر ہے۔ کانپور میں حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ فجر کے بعد قرآن شریف کا درس دیتے تھے۔ ۱۳۱۳ھ اور ۱۳۱۴ھ میں یہ مجلس درس، مسجد ٹھنڈی سڑک کانپور میں منعقد ہوئی۔ مولانا ناظر حسن جو حضرت کے ارشادات و ملفوظات کے دلدادہ و مشتاق، اور اس کو حرف بحرف قلم بند کرنے میں ماہر و مشتاق تھے۔ شروع سے آخر تک اس محفل میں حاضر رہے۔ اور اپنے معمول کے مطابق نہایت ذوق و شوق سے درس کی تمام تقریر کو قلم بند کیا۔ اور اختتام تک پہنچایا۔ اور اس مجموعہ تقاریر کو جو ایک مسلسل

تفسیر ہے۔ تفسیر اشرف بتاویل التنزیل کے نام سے موسوم کیا۔

تفسیر اشرف کا اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ اپریل ۱۸۹۶ء میں افتتاح ہوا۔ اور غالباً اواخر رجب ۱۳۱۴ھ میں اختتام ہوا ہوگا۔

مسجد ٹھنڈی سڑک میں درس قرآن اس وقت شروع ہوا جب حضرت تھانوی بادۂ توحید میں غرق اور امداد الٰہی نسبت کے فیضان میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے درس کے ابتدائی دنوں میں نسبت توحید کا گہرا اثر صاف نظر آتا ہے۔ ہر آیت سلوک و معرفت کی تعبیرات و تشریحات سے پُر، اور وحدۃ الوجود کی رازداں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے اس انداز میں ڈوب کر تفسیر کی ابتدا کی تھی۔ مگر یہ رنگ دور تک نہیں چلا۔ تفسیر جاری ہی اہل تفسیر کے طریق پر آگئی تھی۔ جس میں اسباب نزول، ربط آیات، ناسخ و منسوخ، اختلاف مذاہب، فقہی نظریات اور عقائد و کلام کے مسائل پر حسب موقع خوب گفتگو ہوئی ہے۔ تصوف و سلوک کے نکات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ مگر صلاً نہیں نبھا، ورنہ تمام تر زور نفس قرآن فہمی پر ہے اور چونکہ مجمع منتخب اور اہل ذوق کا ہوتا ہوگا اس لئے ہر موقع پر بہت تفصیل نہیں مگر بعض مقامات پر خوب مفصل بحثیں ہیں۔ لیکن ہر آیت کے تحت مذکورہ بالا تمام موضوعات پر گفتگو کا اہتمام نہیں۔ جہاں جس عنوان کی ضرورت ہوئی کلام کیا گیا ہے۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ اہل درس میں جیسے جیسے قرآن فہمی اور حضرت کے طریقہ درس سے مناسبت بڑھتی گئی۔ حضرت تفصیلی مباحث میں کمی فرماتے گئے۔ سورۂ کہف تک تفصیل و تحقیق کا انداز ہے۔ اس کے بعد ایجاز و اختصار شروع ہو گیا ہے۔ اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ مفسر مطالب قرآن کا ضروری حل چاہتا ہے۔ تفسیر پیش نظر نہیں۔ اور جیسے جیسے سفر آگے بڑھ رہا ہے ایجاز و اختصار کی لے تیز ہو رہی ہے۔ بعض مقامات پر صرف آیت کا ترجمہ بیان فرمایا ہے۔ ایک حرف بھی زائد نہیں اور ایک موقع پر تو یہ بھی ارشاد فرما دیا۔

"اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں دیکھنا چاہئے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں رہا۔" [۱]

چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر بے ساختہ زبانِ قلم پر آ رہی ہے۔ کہ تفسیر اشرف کے بعض مباحث بیان القرآن سے زیادہ مفصل، زیادہ سہل اور عام فہم ہوتے ہیں۔ مگر تفسیر اشرف کے مباحث پوری کتاب میں یکساں نہیں اور ظاہر ہے کہ درسی تقریر میں وہ التزامات ممکن ہی نہیں جو تصنیف کا لازمہ ہیں۔ اس لئے یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ تفسیر اشرف کی بعض تعبیرات و تشریحات کو بیان القرآن پر فوقیت حاصل ہے۔ اور بیان القرآن کا متکملہ نہ

---

[۱] تفسیر اشرف: سورہ مومن آیت ۶۱، ۶۲۔ تفسیر جلد سوم ص ۲۰۱

انداز بیان، جامعیت اور توازن تفسیر اشرف کو نصیب نہیں۔ اور یہ کوئی نقص نہیں تالیف و تقریر کا فرق ہے۔ جو اپنے اپنے مواقع کے عین مناسب ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے نصف اول میں سورہ کہف تک خاصی طویل تقریریں ہیں۔ کلامیات، و فقہیات اور سلوک و تصوف کے مباحث کثرت سے ہیں۔ اور اس کے بادصف محرم الحرام ۱۳۱۴ھ تک قرآن شریف نصف ہوگیا تھا۔ ۱۱ محرم الحرام کو سورہ کہف کی بسم اللہ ہوئی۔ اس کے بعد مباحث میں ایجاز و اختصار نمایاں ہے۔ مگر رفتار بہت سست رہی۔ سورہ کہف سے سورہ قصص تک پانچ سیپاروں کا سفر ساڑھے چار مہینے میں طے ہوا۔ سورہ قصص کی ابتداء ۲۵ جمادی الاول کو ہوئی ہے۔ سورہ قصص کے بعد رفتار میں ایک بار پھر تیزی آئی۔ ۳۰ جمادی الاول کو بیسویں سی پارے کی شروعات ہوئیں۔ ۳ جمادی الاخری کو سورہ روم کا آغاز ہوا۔ روم کا آغاز ہوا۔ ۶ جمادی الاخری کو سورہ لقمان زیر درس آئی۔ اور ۸ کو سورۂ احزاب پہ کلام فرمایا گیا ہے۔ دستیاب جلد میں آخری اندراج سورہ شوری کے تیسرے رکوع کی تفسیر ہے۔ ام یقولون افتری علی اللہ کذبا آیت ۳۲۔ پر آخری جلد اچانک ختم ہوگئی۔ صاف محسوس ہو رہا ہے۔ کہ اس کے باقی صفحات الگ کر لئے گئے ہیں۔ ممکن ہے ترتیب کتاب کے وقت دستیاب آخری جلد، اور گم شدہ آخری حصہ ایک مسلسل کتاب ہو۔ اور بعد میں وہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں مجلد کرالیا گیا ہو۔

تفسیر اشرف کی تقریر و تحریر ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ جیسا کہ مندرجہ تاریخوں سے صاف ظاہر ہے۔ مگر بعد میں بھی اصلاح و نظر ثانی کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عبارات قلمزد کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر حواشی بڑھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ضمائم ثبت ہیں، جو اگرچہ قلیل ہیں مگر یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ تفسیر اشرف کوئی وقتی چیز نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی کئی سال تک غور و فکر کا موضوع رہی۔ اور اس میں ایضاح و اصلاح کا کام ہوتا رہا۔ اور یہ تمام توضیحات و اضافات خود حضرت کے ارشادات و تقریرات سے اخذ کئے گئے۔ اور ان کی افادیت و معنویت کی وجہ سے تفسیر کے متعلقہ مقامات پر ٹانک دئے گئے۔

مکمل درس قرآن پانچ جلدوں میں مرتب ہوا ہوگا۔ جس کی تین جلدیں ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ اور تینوں مولانا ناظر حسن کے قلم کی یادگار ہیں۔ جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورہ انفال آیت ۱۵ تک۔ دوسری جلد جو انفال سے سورہ بنی اسرائیل تک ہوگی دستیاب نہیں ہوئی۔ تیسری جلد سورۂ کہف سے سورۂ نمل تک۔ چوتھی جلد سورۂ قصص سے سورہ شوری تک۔ پانچویں اور آخری جلد جو سورہ شوری سے آخر قرآن تک ہوگی۔ راقم سطور کے علم میں نہیں ہے۔ دستیاب جلدوں میں جلد اول آٹھ سو بتیس صفحات پر، جلد ثانی دو سو چھیاسٹھ صفحات پر اور جلد سوم دو سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دونوں جلدوں میں عموماً ۲۳ سطور ہیں۔ سائز فلسکیپ، قلم رواں مگر صاف ہے۔

لیکن پہلی نظر میں پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے۔

۲۔ نور الناظرین یا تحقیقات اشرفیہ: مولانا ناظر حسن نے جامع العلوم کانپور میں حضرت کے درس جلالین کے افادات قلم بند کئے ہیں۔ پیش نظر نسخہ سورۃ بقرہ اور سورہ زمر کی تشریحات پر مشتمل ہے۔ سورہ بقرہ کے بعد سورۃ آل عمران، سورۂ رعد، سورۂ قصص اور سورۂ احزاب کی بھی ایک ایک دو آیات پر گفتگو فرمائی ہے۔ سورۂ زمر کی شرح آیات پر کتاب ختم ہو گئی۔ مولانا ناظر حسن نے حضرت ہی کا مقولہ نقل کیا ہے:۔

"اب عاجز بھی یہی حمد پر ختم کلام کرتا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں:۔

"احقر نے ۲۸ رمضان المبارک (؟) کو وقت ۳ کے فرصت پائی۔ الحمد للہ علی ذالک"

مولانا ناظر حسن کی تحریرات یا زیر نظر نسخہ میں ایسی کوئی عبارت نہیں جس سے تقریر جلالین کے ناقص و ناتمام رہنے کی وجہ معلوم ہو سکتی۔ میرا خیال ہے کہ تفسیر جلالین مدرسہ میں حضرت کی زیر درس کتابوں میں شامل نہیں تھی۔ سالانہ تعطیلات میں شاید طلبہ کی استدعا پر حضرت نے جلالین کے ضروری مباحث کی وضاحت منظور فرمائی۔ آخر رمضان تک سورہ زمر تک بات پہنچی۔ رمضان المبارک ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر خاتمہ کلام فرما دیا۔

اگر حضرت نے جلالین کا باضابطہ درس دیا ہوتا تو صرف چند مقامات پر تقریر کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تمام ضروری مباحث پر گفتگو ہوتی۔ اور مولانا ناظر حسن پوری تقریر قلم بند کرنے کا حسب معمول پورا اہتمام کرتے اور اگر مکمل تقریر لکھنے کا موقع نہیں تھا تو آخر میں خاتمۃ الکلام کی شمولیت غیر ضروری تھی۔

مولانا ناظر حسن نے تقریرات جلالین کو تحقیقات اشرفیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر جب یہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا تو حضرت نے نام تبدیل فرما کر "نور الناظرین" کر دیا۔ حضرت نے اس نسخہ کو ملاحظہ فرما کر اصلاح سے نوازا۔ پیش نظر نسخہ میں والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ) کی تقریر میں ایک لفظ قلم زد کر کے حاشیہ پر تصحیح کی گئی ہے۔ جو بلاشبہ حضرت کے قلم سے ہے۔

میرا خیال ہے حضرت نے پہلی بار کانپور کے زمانہ قیام میں ملاحظہ فرمایا۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا نے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا سے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ جو مجلس خیر کے ذخیرہ میں محفوظ رہی۔ حضرت تھانوی نے تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ان مسودات کی فہرست جن پر اب تک مجلس کا کچھ خرچ نہیں ہوا، یا مجلس کو ان کی قیمت ایک مرتبہ وصول ہو گئی ہے۔ جو صاحب ان میں سے کسی کی نقل لے کر چھپوا دیں گے تو اگر وہ کتاب سو صفحہ یا اس سے کم ہو گی تو اس کی بیس جلدیں، اگر سو صفحے سے

زائد ہو گی تو دس جلدیں ان سے لی جاویں گی"

مذکورہ عبارت کے تحت جن کتابوں کا ذکر ہے اس میں نورالناظرین بھی شامل ہے، لکھا ہے:-

" نورالناظرین: تقریرات متعلقہ جلالین تقطیع فلس کیپ حجم ۴، صفحے" [۵]

مجلس خیر کا مملوکہ نسخہ کتب خانہ دارالعلوم کراچی میں ہے۔ راقم سطور کو اس نسخہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ تنبیہات وصیت کی منقولہ بالا عبارت میں ۴ صفحات کا سہو کتابت ہے۔ اور اگر یہ تعداد صحیح ہے تو مولانا ناظر حسن کے نوشتہ نسخے میں موجود خاتمۃ الکلام کیا مطلب ہوگا؟

۳- کنز اللطائف یا المسلک الذکی علی جامع الترمذی: حضرت کے درس ترمذی کی تقریر ہے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قلم بند ہوئی۔ اور مولانا ناظر حسن کے الفاظ میں "بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی گئی۔ اور ۱۳۱۴ھ میں کتابت ہوئی۔ ترمیمہ کتاب مندرجہ الفاظ پر مشتمل ہے۔

"یہ کتاب مورخہ ۸ جمادی الاخری کو بعونہ تعالیٰ تمام ہوئی۔ راقم نے اس کو بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔ یہ ارشاد فرمودہ ہے حضرت مولانا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب کی۔ میں نے سبقاً سبقاً لکھا ہے۔ مورخہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ، چونکہ تاریخ اختتام کی رہ گئی تھی۔ لہٰذا اس کو..... لکھی گئی، ابتداً اس تاریخ کو درج کیا بقلم ناظر حسن عفا عنہ"

یہ نسخہ فلس کیپ سائز کے تین سو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی پیشانی پر حضرت تھانوی کے قلم سے یہ عبارت تحریر ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اشرف علی عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین کچھ ترمیم کے ساتھ مرتب کرلئے گئے ہیں جس کا نام المسلک الذکی فی حواشی الترمذی رکھا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں کچھ غلط ہو گیا تھا۔ وہ ترمیم سے جاتا رہا پس اصل معتمد اس نقل مذکور مسمی بہ المسلک الذکی کو سمجھنا چاہئے اور اس اصل مسودہ کو اس کا تابع قرار دیا جاوے"

فقط۔ بقلم خود ۲۱ رجب ۱۳۴۵ھ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی یہ تقریر جب حضرت کے ملاحظہ سے گذری تو اس تقریر کو بنیاد بنا کر حضرت نے سنن ترمذی کی مفصل شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا، اور لکھنا شروع کر دیا۔ مگر چند ہی صفحات لکھے گئے تھے کہ یہ سلسلہ درمیان میں رہ گیا۔ مصروفیات کے سبب تکمیل کا موقع نہیں ملا۔ حضرت نے اصل تقریر اور اپنے حواشی کے مجموعہ کو المسلک الذکی فی حواشی الترمذی کے نام سے موسوم فرمایا، حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

[۵] ماہنامہ الامداد تھانہ بھون محرم ۱۳۳۷ھ ص

" المسک الذکی ترمذی کے ان حواشی کا نام ہے جس میں میری بعض تقریرات کو بعض طلبہ نے میرے پاس پڑھنے کے وقت اردو میں ضبط کر لیا تھا۔ جو مدت تک بحالت تسوید ان کے پاس رہی پھر مجھ کو خیال ہوا کہ تبیض ہو جاوے تو دوسروں کو بھی نفع ہو۔ میں نے کچھ شروع بھی کیا۔ اور دو تین صفحے لکھے بھی، کچھ عربی میں اور زیادہ فارسی میں، مگر وقت نہ ملنے کے سبب تکمیل سے قاصر رہا۔ اور بعض دوسرے طلبہ سے اس کی تکمیل کرائی۔"[۱] ایضاح و تکمیل کی خدمت۔ مولانا احمد حسن سنبھلی[۲]

---

[۱] ضمیمہ الثواب الجلی من المسک ص ۳۔۶۳ طبع اول (دہلی بلا سنہ)

[۲] مولانا احمد حسن سنبھلی ضلع مراد آباد کے باشندے، جید فاضل اور صاحب تحریر شخص تھے۔ حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور ماہنامہ مشاہرہ پر حضرت کے زیر سایہ مجلس خیر میں تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے۔ مولانا نے فقہی موضوعات پر حضرت کے فتاویٰ کی وضاحت و نظر ثانی کی۔ بعض رسائل تصنیف کئے۔ اور متعدد تالیفات مولانا کے قلم سے نکلیں۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی اکثر کتابوں پر حضرت کے دوسرے علماء سے نظر ثانی کروانی پڑی۔ کیونکہ مولانا کا قلم غیر محتاط، اور وہ اسلاف پر تنقید میں جری تھے۔ یہ بات حضرت کی ناگواری اور بعد کا سبب تھی۔ مگر حضرت یہ خیال فرماتے رہے کہ رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے صراحتاً تو کچھ نہیں فرمایا مگر اشارۃً اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ مولانا کو یہ اظہار بھی ناگوار گذرا۔ اسی دوران مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نئے مہتمم کا تقرر ہوا۔ مولانا اس عہدہ کے طلب گار تھے۔ مگر ان کو مہتمم بنانا اہل مشورہ کی رائے اور مدرسہ کی مصلحت کے خلاف تھا۔ دوسرے شخص کا مہتمم معین ہونا مولانا کو سخت ناپسند ہوا۔ اور حضرت سے اپنے خیالات کا اظہار بھی کر دیا مگر حضرت نے تحمل فرمایا۔ اور مولانا برابر خانقاہ میں رہتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت کی تحریک شباب پر تھی اور حضرت تھانوی کمیٹی کے طریقۂ کار سے اختلاف کا برملا اظہار فرما چکے تھے۔ اس لئے تحریک کو کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو حضرت کے اثرات کو ختم یا کم کر سکتا۔ سوئے اتفاق کہ نظر انتخاب مولانا سنبھلی پر گئی۔ اور غالباً مولانا نے اس کو منظور بھی کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو مکتوب سنبھلی بنام حضرت تھانوی ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء (النور رمضان ۱۳۴۱ھ ص ۱۵) اس لئے حضرت نے ان کو خانقاہ اور مدرسہ کی خدمات سے سبکدوش فرما دیا۔ خاصی رد و کد کے بعد مولانا سنبھلی تھانہ بھون سے گئے۔ بعد میں کچھ اور باتیں سامنے آئیں تو حضرت نے مولانا سے بار خلافت ہلکا کرنا بھی ضروری سمجھا۔ اور اس کا اعلان فرما دیا۔ تو مولانا برہم ہو گئے۔ اور حضرت کو نازیبا خطوط لکھنے شروع کئے۔ ہر خط گذشتہ خط سے تیز تر ہوتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے نامناسب الفاظ استعمال کئے جن کا ذکر طبیعت پر بار ہے۔ حضرت نے یہ سب خطوط اور مولانا سے اپنے مراسم کی پوری روئداد "موذی مرید" کے عنوان سے مرتب فرما کر ماہنامہ النور، رمضان ۱۳۴۱ھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے سپرد ہوئی۔ مولانا نے دلچسپی کے ساتھ اس کو سرانجام دیا۔
مجمل عبارات کی وضاحت کی، ناتمام مباحث پر نامناسب اضافات کئے۔
مولانا کا طریقۂ کار یہ ہے کہ مولانا ناظر حسن کی تقریر بلفظہ نقل کریں گے۔ اختتام تقریر پر" انتھی التقریر"
کی عبارت درج ہوگی۔ بحرف "ا" کا اشارہ دے کر حضرت کے افادات نقل ہوں گے۔ اگر زیر نظر عبارت پر حضرت کا کوئی
افادہ نہیں ہے۔ تو مولانا سنبھلی اس پر خود طبع آزمائی کریں گے۔ "افادہ الجامع" کے لفظ سے خود نوشت ہونے
کی صراحت ہوگی۔ لیکن حضرت سے منسوب افادات تمام کے تمام حضرت کے نوشتہ نہیں ہیں۔ کچھ چیزیں مولانا سنبھلی
نے تالیف کے دوران اضافہ کی ہیں۔ مولانا سنبھلی اثنائے تالیف میں حضرت سے رجوع کرتے رہے۔ بعض مرتبہ حضرت
کوئی تازہ تحقیق بیان فرماتے تو مولانا اس کو بھی کتاب میں شامل کر لیتے۔ مولانا ناظر حسن کی لکھی ہوئی تقریر
تمام تر اردو میں، اور مولانا سنبھلی کے افادات عربی میں، اور چند توضیحات اردو میں بھی ہیں۔
مولانا سنبھلی نے اپنے کام کو متعین حدود میں پورا کیا، اور ایسے نئے مباحث شروع کرنے سے احتیاط برتی
جن کا تقریر میں تذکرہ نہیں۔ مثلاً حضرت نے پورے درس میں کہیں بھی ابواب ترمذی کو موضوع سخن نہیں بنایا۔ تو
مولانا سنبھلی بھی ایسے مقامات سے خاموش گزر گئے ہیں۔

> "واضح ہو کہ ابواب ترمذی کی شرح نہ احقر نے کی ہے اور نہ حضرت کی ان تحریرات میں ہے
> اس کے متعلق احیاء السنن دیکھ لیا جائے۔"[۱]

لیکن ترمذی کی جو عبارات۔ غالباً مولانا ناظر حسن کے کسی سبق میں موجود نہ ہونے کی بنا پر ناقص رہ گئی تھیں

---

میں شائع کرا دیا تھا۔ یہ رسالہ اہل سلوک و معرفت کے لئے عبرت و موعظت کا سرمایہ ہے۔

[۱] احیاء السنن، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو، مقدمہ اعلاء السنن از مولانا محمد تقی عثمانی ص ۲۳ کراچی بلاسنہ)
امداد المسائل۔ رجوع فرمائیے۔ مقدمہ امداد الاحکام ص ۴ کراچی ۱۴۰۰ھ) زیر تعارف کتاب المسک الذکی کے علاوہ
متعدد تالیفات مولانا کی یادگار ہیں۔ مولانا نے اپنی کتاب تہذیب السالکین (امداد المطابع تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ)
کے آخر میں اپنی ۲۵ تالیفات کا تعارف کرایا ہے جس میں بیس مطبوعہ ہیں۔ اور بعض کے ایک سے زائد ایڈیشن چھپ چکے
تھے۔ خانقاہ امدادیہ سے علیحدہ ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر بعد کی اکثر تالیفات طباعت
سے محروم رہیں۔ آخر عمر میں دماغ سے کچھ معذور ہو گئے تھے۔ اسی حال میں وفات پائی۔ اور آخر ۱۳۷۰ھ تک حیات تھے
صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔

[۱] المسک الذکی علی الجامع الترمذی جلد اول ص ۱۳ (مخزونہ دار العلوم کراچی۔)